مذہب وسیاست

حکیم الامت علامہ ہندی آیۃ اللہ سید احمد نقوی طاب ثراہ

مذہب وسیاسیات ایک چیز ہے یا دونوں میں مغائرت ہے۔ اس سوال کا جواب اُسی وقت مل سکتا ہے جب مذہب وسیاسیات کی تعریف معلوم ہو۔

مذہب کے معنی

انگریزی میں مذہب کو (Religion) لاطینی میں ''ریلیگو'' بمعنی تعظیم کرنا، حفاظت کرنا۔ انگریزی میں مذہب کی تعریف یہ ہے ''مذہب وہ جذبہ تعظیم ہے جو انسان ایک اعلیٰ ہستی کے لئے رکھتے ہیں بالآخر عقیدہ خدا کو عبادت محبت واطاعت کے لئے تسلیم کرلینا مذہب کہلاتا ہے۔ تقدس کو بھی مذہب کہتے ہیں۔ عقیدے اور عبادت کا کوئی طریقہ مذہب کہلاتا ہے۔'' قریب قریب یہی معنی اقوام والسنہ یورپ میں مسلم ہیں۔ لیکن مذہب کے جامع یہ معنی نہیں ہیں۔ مذہب اگرچہ عربی لفظ ہے جس کے معنی چلنے کا راستہ ہے اور اصطلاح میں اس راستہ کو کہتے ہیں جو انسان کو خالق تک پہنچادے یا یوں کہو خدائی مرضی پر چلنے کا راستہ مذہب ہے۔ قرآن مجید میں مذہب کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے، وہ بجائے مذہب دین کا لفظ استعمال کرتا ہے، اس لئے اُس میں مبداء ومعاد دونوں آجاتے ہیں اور مذہب کا یہی مفہوم زندیقوں ملحدوں کے خلاف ہے پس مبداء ومعاد کی جو چیز تعلیم دے یعنی انسان کا خدا سے روحانی اور جسمانی رابطہ اور تعلق پیدا کرنے والی جو چیز ہے اُس کا نام دین ہے جو عمرانی (Social) اور تمدنی (Civil) زندگی کو خدا کی پسند کے قابل بنادے اور روحانیت کو کامل کرے عربی مقولہ ہے ''کما تدین تدان'' جیسا کروگے ویسا پاؤگے لہٰذا اصطلاحی اور لغوی معنوں میں دین کے یہ رابطہ ہوا کہ انسان کا ہر عمل ہر حرکت وسکون اگر مطابق مرضی خدا ہے تب دین ہے اور خلاف مرضی خدا ہے تب بھی دین ہے جیسا عمل کروگے ویسا ہی نتیجہ ملے گا۔ خوب سمجھو جملہ اعمال وافعال انسانی مرضی خالق کے مطابق ہیں تو اوامر واحکام الٰہی کی پیروی ہے اور جو خلاف مرضی الٰہی ہیں وہ نواہی ہیں اور موجب عذاب وعقاب، لہٰذا مذہب دونوں سے بحث کرتا ہے اور امر بھی بتاتا ہے اور نواہی بھی دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سے مذہب مجموعہ اُن راستوں کا ہے جو خدا تک پہنچادیں اور خدائی مرضی حاصل ہو۔ اسی کو قرآن نے صراط مستقیم اور سبیل رشد وہدایت کہا ہے اور جو راستے خدا سے دور ہیں اور اس کی مرضی کے خلاف ہیں وہ سبیل غی اور شیطانی راہ ہے اس لئے مذہب بھی مجموعہ اوامر ونواہی کا ہوا۔ لہٰذا نفیاً واثباتاً ہر شئے مذہب میں داخل ہے۔

اب قرآن مجید سے یہ بھی سمجھ لو کہ خدا نے دین اسلام کے متعلق کیا فرمایا ہے ''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ'' (آل عمران: ۱۹، ۸۵) خدا کا پسندیدہ دین (یعنی اوامر واحکام کے مطابق اعمال وافعال انسانی سلامتی کے لئے) اسلام ہے۔ جو اس کے سوا کسی اور دین کو (خلاف مرضی الٰہی انسانی سلامتی کے خلاف نواہی پر عامل ہوگا) اختیار کرے گا، وہ قبول نہ ہوگا اور آخرت میں وہ شخص گھاٹے میں رہے گا'' مطلب یہ ہوا کہ دین اسلام وہ دین ہے جو انسان کی زندگی کے ہر شعبہ خدائی امر ونہی کے ذریعہ خدائی مرضی کا پابند بناتا ہے اور خدا تک پہنچانے کا راستہ ہے اور جو کچھ مرضی الٰہی کے خلاف ہے وہ انسان

کوخدا سے دور کردیتا ہے اور چونکہ انسانی زندگی کا ہر شعبہ منحصر ہے حلال وحرام میں لہٰذا عموم ہے کوئی خاص شعبہ زندگی انسان کے لئے مذہب ودین نہیں کہا جاسکتا۔ قانون شریعت تو وہی ہوگا جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہو۔ اس بیان کی تائید میں دوسری آیت توضیح وتصریح میں واضح تر ہے۔ ''اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً'' (مائدہ: ۳) آج کے دن ہم نے تمہارا دین کامل کردیا (یعنی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہر جز کو بوجہ کمال بتا دیا اور دین کی ارتقائی منزل قائم کردی) اور اپنی جملہ نعمتیں تم پر تمام کردیں (کامیاب انسانی زندگی کی نعمت دے دی گئی) اور تمہارے دین اسلام سے (جو مجموعہ تمام علوم انسانی کا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ سے بحث کرتا ہے) راضی ہوگئے۔ اگر زندگی کے تمام شعبوں کی تکمیل نہ کی گئی ہوتی اور جسمانی ارتقائی خلقت کو زندگی کی بسر برد کے واسطے مکمل قانون نہ دیا جاتا تو لطف وعدل واحسان ختم نہ ہوتا۔

پھر سیاست کو مذہب سے کب جدا کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہے اسلامی نظریہ دین ومذہب کے متعلق اس کا خلاف غلط ہے۔ تمدن (Civilization) وعمرانیات (Sociolgy) کا بنیادی پتھر تہذیب انسانی کا رہبر ترقی کا منارہ انسانیت کا شرف وعزت اگر ہے تو مذہب جو زمانہ حجری (Stone Age) سے لے کر آج تک اور آج سے قیامت تک انسان کے چولی دامن کے ساتھ ہے۔ کون تاریخ بتا سکتی ہے کہ انسانی شعور کے ساتھ ساتھ بجز مذہب کوئی فلسفہ وسائنس تھا۔ ہر مذہب نے خالق ومخلوق کے رابطہ کو کسی شکل میں بھی ہو بتایا ہے۔ اور ایک انسان کا دوسرے انسانوں سے جماعتی تعلق پیدا کرایا ہے اور مذہبی حکومت کے ہاتھ میں دنیاوی حکومت کے رہنے کی تائید کی ہے۔ آج بادشاہ، حاکم ظل اللہ راجا جو چاہے نام رکھو، رشی منی اوتار، نبی ورسول ہی قوم میں اقتدار اعلیٰ کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ پیشوائے مذہب بھی پیشوائے دنیا ہوتا تھا۔ مذہب وسیاست ایک تھی اور سیاست کو مذہب کے تابع رکھنے ہی کے لئے نبی ورسول آتے رہے۔ ملحدوں نے مذہب کو سیاست سے جدا رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی اور جب کمزوری دیکھی اُس وقت سیاست کو مذہبی روپ میں لاکر پیش کیا جو آج بھی ہو رہا ہے۔

سیاست کے معنی

مختصر الفاظ میں سیاست کو سمجھو وہ کیا ہے۔

(۱) سوستان (سوئز رلینڈ) کا یہ مشہور عالم (بلنٹ شی) پولیٹکل سائنس کی تعریف اس طرح پر کرتا ہے ''وہ ایسا علم ہے جس کا تعلق ریاست سے ہوتا ہے اور جو ریاست کو اس کے حقیقی حالات انکشافات کے مختلف اشکال پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

(۲) ''گے ریز'' مشہور جرمنی مصنف کہتا ہے ''علم سیاست ریاست کی قوت کا ایسا ادارہ ہے جس میں کلیت کے ساتھ اس کی ابتدا، نشو وارتقا (یعنی زمین وآبادی) کے مقصد اور اخلاق مضمرات، معاشی مسائل، زندگی کے حالات اور شرائط خاص صنعتی پہلو اور اُس کا اختتام وغیرہ پر سیر حاصل بحث ہوتی ہے۔''

(۳) ''پالی جے نیٹ'' مشہور سیاسی عالم سیاسیات کو علم عمرانی کا ایک ایسا شعبہ مانتا ہے جس میں ریاست کے ارتقاء اور حکومت کے اصولوں پر بحث ہو۔

(۴) ''سیلی'' کہتا ہے پولیٹکل سائنس حکومت کے مظاہر کی اسی طرح تحقیق کرتی ہے جس طرح معاشرت دولت کی، حیاتیات زندگی کی، جبر ومقابلہ علم ہندسہ کی اور علم اقلیدس سطح اور ان کی جسامت کی۔

(۵) ''ارسطو'' کا بیان ہے: سیاسیات اپنی نوعیت کے لحاظ سے عملاً محدود ہے اور ہر شہری ریاستوں تک اُس کی وسعت ہے۔

(۶) ''جے لی نک'' کہتا ہے علم سیاسیات کا مقصد اقتدار اعلیٰ کی بنیادی تعلقات کا مطالعہ کرنا، ان حالات کا تجربہ اور تنقیح کرنا جن کے تحت وہ متاثر یا اختتام پذیر ہوں۔ اور ریاست کے داخلی حالات پر تحقیق کرنا ہے۔

(۷) ''ٹراسکی'' سیاست کو علم وفن دونوں قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے

کہ پہلے تمام ریاستوں کے حقیقی حالات اور مقاصد کو ملحوظ رکھ کر ریاست کی معیاری تعریف کرنا چاہئے۔ دوسرے ان کو تاریخی روشنی میں دیکھنا چاہئے کہ عوام نے کیا پسند کیا ہے؟ کیا تحقیق کی ہے؟ اور سیاسی زندگی اور شعور کس طرح اور کیونکر حاصل کیا ہے؟ تیسرے اس طریق کی مدد سے قوانین تاریخ اور اخلاق وتاویلات کا تعین کرنا چاہئے۔

(۸) ''ولو بھائی'' نے سیاست کو تین عنوانات پر تقسیم کیا ہے ریاست، حکومت قانون۔

(۹) ''سیجک'' سیاست کے مسائل کو دو مجموعہ حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک وہ شعبہ ہے جو ریاست کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا وہ شعبہ جو اُس کے کاروبار سے متعلق ہے۔

(۱۰) ''پروفیسر فیرلی'' کہتا ہے: سیاسیات انسانوں کی ایسی زندگی سے بحث کرتی ہے جو حکومت وقانون کے ذریعہ منظم ہوئی ہو، اس کو عرف عام میں ریاست کہا ہے۔ اسی میں اس کی تنظیم اور عملی مسائل کا توازن اصول ومقاصد کا مطالعہ ہوتا ہے جس کی روشنی میں سیاسی تنظیم اور سیاسی جدوجہد ہوتی ہے۔ یہ سیاسی جمعیت مجاز اور انفرادی آزادی کے مسائل اور آبادی سے وہ تعلقات جو سیاسی ضبط کی وجہ سے پیدا ہوں۔ آبادی و ریاست کے تعلقات پر غور کرتی ہے اور ریاست کی تقسیم اختیارات دیگر اجازہ جات جن کے ذریعہ ریاست کا کاروبار چلتا ہے اور بین الاقوامی زندگی کے مسائل سے سیر حاصل بحث کرتی ہے۔''

(ماخوذ از پولیٹکل سائنس اینڈ گورنمنٹ مصنفۂ جیمسن ڈی فورڈ گارنر اے ڈی ال ال ڈی)

(۱۱) آران گلکرسٹ (سی۔آئی۔ای۔ایم۔اے) اپنی کتاب اصول علم سیاسیات میں لکھتے ہیں کہ سیاست ماخوذ ہے یونانی لفظ ''پولس'' سے جس کے معنی شہر کے ہیں اور اہل شہر اور اس کی نسبت شہری اسی سے مشتق ہے۔ بعض سیاسئین اس کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں ایک فلسفہ سیاسیہ یعنی نظری واستخراجی سیاسیات اور دوسرے تاریخی یعنی عملی واستقرامی سیاسیات۔

مشہور انگریز مصنف ''سر فریڈرک پولک'' نے اس علم کی تفسیر حسب ذیل طریق سے کی ہے۔

نظری سیاسیات

(۱) نظریہ مملکت

(۲) نظریہ حکومت

(۳) نظریہ قانون سازی

(۴) نظریہ مملکت بحیثیت شخص فرضی

عملی سیاست

(۱) مملکت (حکومتوں کی واقعی شکلیں)

(۲) حکومت (حکومت کا نظم ونسق وغیرہ)

(۳) قوانین وقانون سازی (طریقہ کارروائی عدالت وغیرہ)

(۴) مملکت متشخصہ (تدابیر سیاسیہ امن وجنگ بین الاقوامی معاملات

علم سیاست کا موضوع مملکت ہے۔ اور علم کے حدود ووسعت کا تعین ان تحقیقات سے پیدا ہوتا ہے جو مملکت کے تعلق سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان تحقیقات کے اصناف حسب ذیل ہیں:

مملکت جس طرح کہ وہ اس وقت ہے۔

مملکت جس طرح سے کہ وہ پچھلے زمانہ میں رہی۔

مملکت جس طرح اُسے ہونا چاہئے۔

مملکت کے موجودہ کیفیات پر بحث کرنے کے یہ معنی ہیں کہ مملکت کے معنی اس کے آغاز اس کے اوصاف اصلیہ کا تجزیہ کیا جائے۔ مملکت کے کارکن کیفیات یعنی موجودہ حکومتوں کے اصول اور میل بالطبع اس عنوان کے تحت آجاتے ہیں۔

مملکت کے گزرے ہوئے کیفیات کے تحت حکومتوں کی کارفرمائی کا تاریخی تبصرہ یعنی مملکت کا تاریخی ارتقاء اور مملکت سے متعلقہ تصورات شامل ہیں۔

مملکت جس طرح کہ اُسے ہونا چاہئے اس میں حکومت کے فرائض کا تجزیہ اور ان اصولوں کے بموجب حکومت بہترین طریقوں پر چلائی جاسکتی ہے۔

مصنف مذکور علم سیاست کو ایسا وسیع اور غیر محدود قرار دیتا ہے جو کثیر التعداد علوم سے وابستہ اور تعلق تام رکھتا ہے اور اس کو سہولت کے لئے اُس نے ایک شجرے کی صورت میں لکھا ہے:

ایک فرد کی حیثیت سے انسان سے متعلقہ علوم — نفسیات، علم خواص الاعضا

اجتماعی حیثیت سے متعلقہ علوم — عمرانیات

اخلاقیات، علم سیاست، معاشیات، مذہب، لسانیات، معاشرتی بشریات

مقابلتی لسانیات وغیرہ

علم قانون، نظم ونسق عامہ، دستوری قانون وتاریخ، مقابلتی سیاسیات

ہم چونکہ نہ مذہب پر ایک مستقل بحث کر رہے ہیں، نہ سیاست پر ہمارا موضوع تو صرف مذہب وسیاست کا تعلق بیان کرنا ہے لہٰذا چند تعریفیں سیاسیات کی لکھ دیں اور دین ومذہب کی مختصر تعریف لکھ دی (اگر سیاسیات کی ہم کوئی مستقل کتاب لکھتے تو ہمارا فرض تھا کہ ان تعریفوں کی تنقید بھی کرتے لیکن پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے واضح کر دیں کہ دین ومذہب عمرانیات کی شاخ نہیں ہے اور نہ وہ اجتماعی حیثیت سے متعلقہ علوم سے مخصوص ہو کر ایک فرد کی حیثیت سے جماعت انسانی سے متعلقہ علوم کو اپنے سے علیحدہ اور خارج کرتا ہے۔ بلکہ دین ومذہب مقسم ہے اور وہ افراد اور جماعتی علوم کو اپنے دامن میں برابر سے لئے ہوئے ہے اور فرد وجماعت دونوں کا مساوی احترام کرتا ہے اور جملہ علوم شجرے کے دین ومذہب کی شاخیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ مادیین علوم مادیہ کے سوا علوم روحانیہ ودینیہ کی طرف رُخ ہی نہیں کرتے۔ وہ مذہب اور اس کی ہمہ گیری کو کیا جانیں۔ اور یہ بدحواس مذہبی لوگ علوم مادیہ کے ترقی سے چوندھیائے ہوئے خود بھی وہی گانے لگتے ہیں یہاں تک کہ مذہب وسیاست کو دو چیز سمجھنے لگے۔ مادیین کی یہ نشری تقسیم علوم کی مذہبی جامعیت اور اُس کی عالمگیری وہمہ گیری کی جہالت کی وجہ سے ہے، ورنہ سب کا ماخذ اور اصل مذہب ہے اور علوم کا تصور کیا جا سکتا ہے اُن سب سے بحث کام مذہب کا ہے وہ سب علوم جو آج تک مدون ہوئے ہیں سب مذہب میں داخل ہیں۔ سیاست بھی ایک شعبہ مذہب کا ہے۔ زائد واضح الفاظ میں اس طرح سمجھو کہ وہ دین ومذہب ہی نہیں ہے جو انسانی ضرورتوں اور اس کی زندگانی کے تمام شعبوں پر حاوی نہ ہو۔ اور لوازم انسانیت سے بے خبر ہو۔ ہم کو اور مذاہب سے بحث نہیں ہے، صرف اسلام کو دیکھو اور اس کی تصدیق محققین عمرانیات سے کرا لو۔ ہم صرف ایک شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔

ضروری اقتباس از ''مبادی عمرانیات'' مصنّفہ فرینک ڈبلیو بلیکمار پی ایچ۔ ڈی۔

مذہب کو معاشرتی ارتقا خصوصاً قبائل کی تنظیم اور نسلوں کی تفریق میں جو اہمیت حاصل ہے اسے تقریباً سب عمرانیوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ بعض نے تو اس پر اتنا زور دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک غیر متمدن نسلوں کے معاشرتی اتحاد کا سب سے بڑا عنصر یہی تھا۔۔۔۔۔۔۔ واقعہ یہ ہے کہ مذہب نے معاشرتی اتحاد پیدا کرنے میں اور معاشرتی رسم وآئین اور نظم وضبط کی نشوونما میں بہت مدد دی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ معاشرے کی تاریخی نشوونما کا مطالعہ کرنے والے کو یہ نظر آتا ہے کہ ہر دور میں مذہب کا عنصر موجود رہا ہے اور یہی نہیں بلکہ اسے ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے اور اس کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف تو اس سے نسلوں کی تفریق میں اور جماعتوں کے جداگانہ نشوونما میں مدد ملی اور دوسری طرف معاشرے کے باہمی اتحاد کو بڑی تقویت پہنچی۔ یعنی اس سے قبیلے یا معاشرے کی اندرونی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کر دی مگر خود مذہب کی ترقی کی رفتار بہت سُست ہے (جس کا سبب جہالت اور لامذہبوں کی رکاوٹ اور انسانی مطلق العنانی ہے۔ احمد) گویہ ابتدائی انسانی معاشروں میں برابر موجود رہا مگر اس کی پہلی شکلیں بالکل ناتراشیدہ تھیں اور کوئی خاص تنظیم نہیں پائی جاتی تھی (انسانی ارتقاء ایک چھلانگ میں نہیں ہوا۔

مذہب نے ہمیشہ انسانی صلاحیتوں پر نظر رکھی ہے، یہی وجہ نسخ شرائع کی ہوتی رہی۔ موجودہ تمدن اور مہذب دنیا والے اب تک کثرت سے ناتراشیدہ اور غیر منظم ہیں)۔

اختلاف قوانین و آئین مملکتی و تمدنی واضح دلیل ہے کہ اب تک جملہ اقوام متمدنہ غیر منظم اور حقیقی معنوں میں باہم متحد نہیں ہیں۔ شاید آئندہ فیڈریشن اُن کی تنظیم کر سکے اور حقیقی اتحاد ممکن ہو'۔احمد) مگر آج تک کسی ایسے قبیلہ کا پتہ نہیں چلا جس میں مذہبی عقائد نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر ہم تہذیب کی ابتدائی شکلوں پر نظر ڈالیں تو یہ نظر آتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مذہب روحوں کی زندگی سے وابستہ ہے۔ نظام ہستی میں تغیر پیدا کرنے کی سب سے بڑی کوشش جو غیر متمدن انسان نے کی تھی اس کا مظہر اور اس کے نفسی لوازم ہیں۔ مذہبی زندگی غیر متمدن انسانوں کے خیالات جذبات اور عملی جدوجہد کا مرکز تھی۔ اُس زمانے کے معاشرے کا مسلّمہ رسم و آئین مذہب ہی پر مبنی تھا، گو ہم ان مذہبی عقائد کے بڑے حصہ کو لغو اور باعث ننگ خیال کریں۔ (مذہبی تمدن آج کے دور تہذیب و تمدن کو بربریت، جہالت، وحشت گری، حیوانیت اُسی طرح سمجھتا ہے جس طرح اس دور بے آئینی و لامذہبی میں تم مذہب کے متعلق اعتقاد رکھتے ہو۔احمد) مگر یہ واقعہ ہے کہ اُنھیں کی بدولت روح کی ماہیت اور اس کا انسان سے تعلق دریافت کرنے کی کوشش کے سلسلہ میں نوع انسان کے جذبات اور دینی جدوجہد میں بیداری پیدا ہوئی۔ ہمیں یہ مذہبی زندگی چاہے کتنی سطحی معلوم ہو لیکن غیر متمدن قوموں کے سادہ ذہن کے لئے اس نے مہیّج محرک کا کام کیا۔ رسم و رواج کی تشکیل کرنے کے علاوہ اس نے انسان کی ذہنی اور اخلاقی سیرت کی نشوونما پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ قطعی اور ثبوتی عقیدے سے ذہن انسانی کو بہت تقویت پہنچی۔ اس کی بدولت فرد اور جماعت کی زندگی کے تعلقات معین اور واضح ہو گئے غیر مرئی عقدوں کو حل کرنا بغیر مذہب ناگزیر ہے۔۔۔۔۔غرض کہ نوع انسانی کے بچپن کی خام کارانہ زندگی میں مذہب کا وہی کام ہے جو سائنس کا پختہ کار معاشرتی زندگی میں (یہ تخیّل غلط ہے معاشرتی زندگی اب بھی بغیر مذہب حیوانی زندگی ہے۔احمد)۔۔۔۔۔۔۔عمرانیات کو سب سے زائد اس بات سے سروکار ہے کہ مذہب کا معاشرتی نظام تنظیمی کی نشوونما پر کیا اثر پڑا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ نظر آتی ہے کہ مذہب کو نظم اجتماعی میں دخل رہا ہے، خاندانوں، قبیلوں، جماعتوں یہاں تک کہ قوموں کا نظم وضبط مذہب ہی کی وجہ سے ہوا۔ پھر اخلاق کو بھی اس سے بڑی تقویت پہنچی کیونکہ اس نے گھریلو اور ازدواجی زندگی میں افراد کے باہمی تعلقات کو معین کر دیا۔ سیاست اور مدنی قوانین کے وجود میں آنے سے کہیں پہلے مذہب نے وہ رسوم و آئین جاری کئے تھے جنھوں نے اجتماعی زندگی کے توازن کو قائم رکھا۔ مذہب میں ہمیشہ سے بقائے روح کا دھندلا سا عقیدہ موجود تھا، اس نے بہت آہستہ آہستہ نشوونما پائی۔ لیکن جب ایک مکمل صورت کو پہنچ گیا تو اس کا اثر معاشرتی زندگی کے نظم پر کم وبیش پڑتا رہا۔ بقائے روح کے عقیدے سے امید قوت ایمان اور ہمت پیدا ہوتی ہے اور یہ انسان کی ترقی کے نہایت قوی عناصر ہیں۔ اس کے علاوہ چونکہ مذہب عموماً کسی مخصوص خطّہ سے وابستہ رہا ہے، اس لئے حبّ وطن جبّ قوم کو بھی اس سے مدد ملی (مذہب اسلام چونکہ وحدت انسانی اور وحدت وطنی کا قائل ہے اس لئے اس کی محبت عام انسانوں اور عام ممالک سے یکساں ہونی چاہئے خود غرضی کا ناس کرنے کے لئے اسلام آیا ہے۔احمد)۔۔۔۔۔۔۔ افسر خاندان کی مرکزی قوت کو مستحکم کرنے کی کوشش میں نظم اجتماعی کی نشوونما ہوئی۔ ایک طبقہ حاکموں کا ہو گیا، دوسرا محکوموں کا۔ اس طرح لوگوں نے فرمانبرداری واطاعت وحکمرانی اور خدمت کی تربیت پائی۔ مذہب نے خاندان وغیرہ کے ساتھ باضابطہ رسوم وابستہ کر دیں تاکہ اس کی روحانی اصلاح بھی ہو اور اس کی عصبیت بھی قائم ہو۔ لیکن افراد پر سب سے بڑا اثر مذہب کا داخلی تھا۔ پہلے تو فرد کو اس کی بدولت ایک نصب العین حاصل ہوا، اُسے اپنی قوتوں کے لئے ایک راہ

عملی نظر آئی اور اُس کے دل میں ایک معینہ منزل تک پہنچنے کا ولولہ پیدا ہوا۔ آگے چل کر جب اس نے انسانی زندگی پر قیاس کر کے غیر مرئی روح کی طرف قوت و عظمت کی صفات منسوب کیں تو وہ اس دیوتا کے مانند ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ایک اعلیٰ اور برتر قوت کی اطاعت نے اُسے معاشرتی زندگی کی تربیت دی۔ (یہ سب کچھ آپ سے آپ نہیں ہوا۔ ہماری حدیثوں نے بتایا ہے کہ انسان کا پہلا ہادی خدا نے عقل کو قرار دیا ہے۔ عقل کی خامیوں کی اصلاح کے واسطے انبیاء آئے۔ دیکھو کتاب کافی باب عقل، عقل کیا ہے اس کی بحث فلسفۃ الاسلام جلد اول میں دیکھو۔ احمد) ہر شخص جو ترقی کرنا چاہتا ہے، اُن سے پہلے خدمت کرنے کا سبق سیکھنا چاہئے۔ یہ خدمت کسی فرد کی ہو یا کسی نصب العین کی (مذہب کا تمام تر زور اسی پر ہے "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" (ذاریات: ۵۶) جن وانس کی خلقت اسی لئے ہوئی ہے کہ خدا کی عبادت کریں اور یہی انسانی نصب العین ہونا چاہئے۔ روزہ نماز محض عبادت نہیں ہے بلکہ تمام انسانی فرائض جو خدا کی طرف سے بندوں پر عائد ہیں سب عبادت ہیں "اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" (نساء: ۵۹) خدا اور اس کے رسول اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔ "مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (نساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ خدا ورسول اور اولی الامر کی اطاعت یہی تینوں مل کر خدائی عبادت ہوتی ہے لہٰذا انسان مطلق العنان نہیں جس کی چاہے اطاعت کرنے لگے۔ اسی کی اطاعت فرض ہے جو خدا ورسول اولی الامر کی اطاعت کی طرف بلائے غیر کی اطاعت انسان پرستی وشرک ہے۔" احمد) یہ تھا اقتباس بلیکمار کی تحقیق کا اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر مذہب کی کارفرمائی کتنی گہری ہے اور سیاست وعمرانیات درحقیقت مذہب کی پیداوار ہے، اس کو مذہب سے جدا کرنا جہالت ہے اور اسی غلط تخیل کا خمیازہ آج دنیا بھگت رہی ہے۔ آج امن وامان تہذیب واخلاق یورپ کیسا بلکہ دنیا سے رخصت ہو گیا اس لئے کہ مذہب کو سب نے مل کر چھوڑ دیا۔ مذہب کتنا ہی کمزور ہو، اسی میں یہ سکت ہے کہ عمرانیات کے ہر شعبہ پر تسلط واقتدار جمائے رکھے۔ البتہ ضرورت اس کی ہے کہ اُس مذہب میں لوچ ولچک ہو، اُس کے آئین وقوانین کو بغیر جنبہ داری جانچ کر صحیح نتائج نکالے جائیں، فرقہ پرستی کا تعصب نہ ہو، اور بجائے شیطانی سیاست کے مذہبی سیاست پر دنیا کو چلایا جائے، آج سے تخمیناً پچیس سال پہلے ہم نے اخبار حقیقت لکھنؤ میں پبلک کے سامنے پیش کیا تھا کہ انسان کو دوبارہ حکومت الٰہیہ دھرم راج آسمانی بادشاہت کی طرف پلٹایا جائے، اُس وقت دنیا کو امن وسکون میسر ہوگا ورنہ درندگی عالم کی جان نہ چھوڑے گی۔ جملہ مذاہب کے رہنماؤں کو کمر بستہ ہو کر شیطانی حکومت کا خاتمہ کر کے مذہب کو پھر سے قائم کرنا چاہئے۔ اور قرآن کے اس مستحکم اصول کو پیش نظر رکھنا چاہئے "لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ۔ (حج: ۶۷) ہم نے ہر قوم کا طور طریقہ بنایا ہے جس پر وہ چل رہے ہیں وہ تم سے کیوں جھگڑیں اگر اُن کے طور طریقوں میں تم اُن سے نہ جھگڑو گے۔ تمہارا کام صرف اتنا ہونا چاہئے کہ اپنے خدا کی طرف اُن کو بلاتے رہو شرک وکفر سے روکو، تم تو راہ مستقیم پر ہو غیر مذاہب کو باہم مل بیٹھنے کے لئے اس سے بہتر کون سی سیاسی تعلیم ہو سکتی ہے بخصوص جب کہ اس وقت جملہ مذاہب توحید کے ماننے کا اقرار بھی کر رہے ہیں۔ بحث صرف طور طریقہ کی ہے، اُس کا خدا نے خود خاتمہ کر دیا ہے۔ رسول کی سیرت میں کہیں اس کی جھلک نہیں ہے کہ کسی مذاہب کے رواسم وعادات وطریقوں میں کبھی مزاحمت کی ہو، بجز کافرانہ ومشرکانہ طریقوں کے۔ غرض کہ اس یوروپین محقق کی رائے پیش کر دینے کے بعد ضرورت ہی نہ تھی کہ مزید ادلّہ قائم کئے جائیں۔ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ مغربیوں کو چھوڑ کر مغرب زدہ بھی اس خیال میں گرفتار ہیں کہ مذہب کو سیاست سے تعلق نہیں ہے اور مذہبی لوگ بھی سیاست کو

ہوّا سمجھ رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ موجودہ شیطانی سیاست جن ہاتھوں میں ہے اُس کے مقننین لامذہب خود پسند ہیں اور دنیا کو کوہ آتش فشاں بنائے ہوئے ہیں۔ اُن کے اعمال وکردار کو دیکھتے ہوئے مذہب پرست سیاست کے نام سے تھراتے ہیں اور لامذہب اپنی شیطانی سیاست میں مذہب کو روڑا سمجھ کر دُور باش کے نعرے مارتے ہیں۔ اس لئے ہر دو فریق مذہب وسیاست جو جدا رکھنے کی طرف مائل ہیں حالانکہ صحیح سیاست عین مذہب ہے اور مذہب ہی کی پیداوار ہی لہٰذا بخیال ارباب مذہب ہم مزید استدلال پر مجبور ہیں۔

(۱) مذہب اگر فطرت انسانی کے ساتھ آیا ہے اور انسانی بے شعوری اور غفلت کو ابتدائے خلقت میں ہٹایا ہے اُس وقت کی تاریخ نہیں بتاتی کہ کوئی بغیر علم تھا مذہب کا تجزیہ کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اصول عمرانیات وسیاسیات اس وقت بھی موجود تھے۔ دنیا ہیکل، نیوٹن، سپنسر، فیثاغورث کے نظریوں پر نہیں چل رہی تھی، نہ آج چل رہی ہے۔ تمدن کی بنیاد ہی مذہب نے ڈالی ہے اور اسی مذہب کی پیداوار یہ حکما ہیں۔ سائیکالوجی کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ حکمت وفلسفہ پچھلے ہزاروں سال کی کاوشوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یکا یک نہ کوئی شئے ثابت ہوتی ہے، نہ کوئی فلسفی نظریہ۔ ہر ایک قدیم کاوشوں کا مرہون منت ہے، لہٰذا فلسفہ کی تمام بنیادوں کا ماخذ مذہب ہے اور مذہبی تحقیقات کی چھان بین کے بعد حکما اس قابل ہوئے کہ اپنی رائے کی مداخلت کریں اور عقلی دوڑ دھوپ کی اُن میں صلاحیت پیدا ہوئی۔ اگر انسان پر ابتداء میں مذہب حکمران نہ ہوتا تو آج تمدن وعمرانیات کا خواب بھی نہ ہوتا۔ مذہب ہی کا صدقہ ہے جس نے انسان کے لئے شاہراہ ترقی کھولی اور انسانی بے شعوری کو مٹا کر غور وفکر کی انسانی دماغوں میں صلاحیت پیدا کی جس کا آخری نتیجہ تدوین علوم واختراع وایجادات میکانیکی رونما ہوا۔ لہٰذا مذہب فطرت انسانی کا جزو ہے اور اسلام دین فطرت ہے اور علوم فطریہ سب مذہب کی پیداوار ہیں۔ ملحدین وزنادقہ نے مذہب کے نام سے چڑھ باندھی اور علوم مادیہ کو علوم الٰہیہ ومذہبیہ سے علٰحدہ کر دیا۔ ہم نے اُن کی ضد مٹانے کے واسطے فلسفۃ الاسلام لکھنا شروع کی جس کی بے حس قوم نے اہمیت نہ سمجھی۔

(۲) مذہب جب کہ خدائی مرضی پر چلنے کا راستہ ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مذہب کا تعلق صرف آخرت ومعاد سے ہے یا اس دنیاوی زندگی سے بھی ہے۔ خدائی عبادت اس کی محبت واطاعت اگر ہر انسان پر اس دنیا میں فرض ہے تو محض روحانی تصور سے نہیں ہوسکتا جب تک ماڈی انسان ماڈی دنیا میں رہتے ہوئے خدائی عبادت اور اس کی محبت واطاعت اعضا وجوارح کردار واعمال سے نہ کرے اور مادیت کے پہلو بہ پہلو تکمیل روحانیت کر کے آخرت ومعاد کی زندگی کے قابل نہ بنا دے۔ انسان ماڈی ماحول میں رہتے ہیں۔ خدائی محبت وطاعت وعبادت کو کب مادیت سے جدا کر سکتا ہے۔ اسلام وغیر اسلام میں صرف فرق یہ ہے کہ غیر اسلام میں مادیت کو شریک خدا بنا دیا اور مادہ پرستی شروع ہوگئی۔ لیکن اسلام نے یہ بتایا کہ خدا کی عبادت ومحبت وطاعت میں جملہ مادیات کو ذات اقدس الٰہی سے جدا رکھتے ہوئے اُسی کی راہ میں صرف کر دو، مثلاً خدائی عبادت ومحبت یہ ہے کہ انسان وحیوان پرستی کو مٹا کر اُسی کی راہ میں قربان کر دو، جہاد کر کے، نفس کشی کر کے، حیوانات کی قربانی کر کے مال واولاد کی ایسی محبت نہ کرو جو خلاف محبت الٰہی اور مانع عبادت ہو۔ مال کو خمس زکوٰۃ، نفقات خیرات، رفاہ عام کے کاموں میں صرف کر دو، اولاد کو حفظ دین ودیانت میں اگر کام آئے تو دریغ نہ کرو لیکن خوب سمجھ لو خود رائی کو دخل نہ ہو بلکہ جو خدا نے مقرر کر دیا ہے اور اپنی فکری راہوں کو چھوڑو، اپنی زندگی کی ہر سانس میں یہ محسوس کرو کہ وہ اللہ کے لئے ہے، وہ اللہ کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں اور اسی کو اپنی زندگی کا قانون سمجھتے ہیں، اپنی فکر وعمل کو کوئی دخل نہیں ہے۔ تجارت کرتے ہیں تو اسلام کے طریقے پر، میدان جنگ میں جائیں گے تو اسلام کی تعمیل احکام کے لئے میدان سیاست میں آئیں گے تو حکومت الٰہیہ کا خیال کر کے، دولت جمع کریں گے تو اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں

پر، مختصر یہ کہ ہر شئے خدا کی ہے اور اس کا مصرف بھی خدا کا بتایا ہوا ہونا چاہئے۔ اب فرق اسلام وغیر اسلام میں واضح ہے لہٰذا دنیا کا کوئی مذہب نہیں ہے جس میں مادیات کا دخل عبادت ومحبت الٰہی سے بے نیاز ہو کر (دیکھو تفصیل فلسفۃ الاسلام جلد اول مذہب و سائنس) لہٰذا علوم مادیہ میں بھی دیکھنا ہوگا کہ منافی عبادت ومنافیٔ محبت وطاعت الٰہی تو نہیں ہیں، اگر ہیں تو دین ومذہب منع کرے گا اگر مطابق حکم الٰہی ہیں تو عین مذہب ہیں اور اس طرح نفیاً و اثباتاً ان کا تعلق مذہب سے ہی رہے گا اور جملہ علوم مادیہ کا اس حیثیت سے مذہب میں شامل ہونا موجب تکمیل معرفت اور ذریعۂ اخلاص وعقیدت ہوگا بشرطیکہ صحیح غور وفکر ہو اسی کو قرآن مجید نے واضح کیا ہے: "**سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتیٰ یتبین انه الحق**" آفاق ونفوس کی نشانیاں ذریعہ معارف حقہ الٰہیہ ہیں اور جملہ علوم مادیہ کا تعلق انھیں مادیات کائنات ونفوس بشری سے ہے لہٰذا ان کی تحصیل تدبر وفکر وتعقل کی جا بجا قرآن مجید نے تاکید کی ہے، اس لئے کہ وہ ذریعۂ تکمیل معرفت الٰہی و ذریعۂ تکمیل نفوس بشری ہیں اور خاصان خدا و انبیا و اوصیا نے انھیں آیات آفاقی ونفوس کو ذریعہ معرفت الٰہی قرار دیا ہے۔ امام جعفر صادقؑ کی حدیث مفضل، جناب امیرؑ کا خطبہ جرادیہ، خطبہ نملیہ ملاحظہ ہوں اور یہ مختصر ارشاد: "**من عرف نفسه فقد عرف ربه**" ملاحظہ ہو۔ علم نفس کو ذریعۂ معرفت الٰہی قرار دیا ہے (دیکھو ہماری کتاب 'نعرۂ توحید') حضرت مقبول کی طولانی حدیث ابوذر غفاری اور حدیث ابن مسعود غرض کہ ملاحدہ کا ذکر نہیں ہے عاشقان ربانی کے لئے ہر علم بہ نظر صحیح معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے اور جزو مذہب ہے، خصوص سیاست پر جناب امیرؑ کا ہدایت نامہ مالک اشتر کے نام قابل دید ہے۔

(۳) جملہ علوم عملی ہیں یا نظری اور وہ مطابق مرضیٔ خدا ہیں یا مخالف، اس لئے وہ تمام علوم مذہبی کہلائیں گے جس کو خود قرآن مجید نے بتایا ہے "**فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یره و من یعمل مثقال ذرة شراً یره**" کوئی عمل خیر وشر سے خالی نہیں ہے اور اس کی جزا یا سزا ملنے والی ہے۔ پھر دونوں میں سے کس کو دین سے جدا کر سکتے ہو اور کس دلیل سے ہر علم کی اباحت حلت و حرمت وجوب وندب وکراہت سے خالی نہیں ہے۔ پھر ان میں سے کون سا علم کس دلیل سے حکم شرعی سے خالی ہو سکتا ہے اور بغیر جزا یا سزا چھوڑا جا سکتا ہے۔

(۴) حضرت امیر المومنینؑ ایک خطبہ میں بصرہ کے متعلق پیشین گوئی فرماتے ہیں۔ قبیلہ بنی کلاب میں سے ایک شخص اعتراض کرتا ہے کہ یہ باتیں غیب کی ہیں اور غیب خدا سے مخصوص ہے۔ آپ جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ استاد کامل اور معلم (رسول) کی تعلیم ہے۔ علم غیب کا چند مسائل میں انحصار فرماتے ہیں۔ علم ساعت (قیامت) ارحام امہات میں لڑکا ہے یا لڑکی، بچہ بدشکل ہے یا حسین، سخی ہے یا بخیل، شقی ہے یا سعید، کون ان میں کا جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں رفیق انبیا کا ہوگا۔ یہ علوم غیب ہیں جن کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا ماسوا اس کے سب علوم خدا نے اپنے رسول کو تعلیم فرمائے اور رسولؐ نے مجھ کو اپنے سینہ سے لپٹا کر میرے سینہ اور پہلوؤں میں بھر دئے۔ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۵) خدا کے ولی نے جملہ علوم کو علوم الٰہیہ قرار دے کر علوم مذہبی و دینی قرار دیا ہے اور رسولؐ خدا اور خود کو ان کا عالم قرار دیا ہے۔

(۵) کیا خدا کی عدالت لطف وکمال محبت مخلوق سے یہی ہے کہ انسان کو "**لقد کرمنا بنی آدم**" اور "**فضلناه علیٰ کثیر مما خلقناه**" قرار دیتے ہوئے اس کو زندگانی کی ہر شعبہ کی ترقیوں سے بے خبر اور جاہل رکھے اور اصلاح معاش ومعاد کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہرگز نہیں، اس نے انسان کو دین وشریعت دے کر بھیجا ہے اور تمام شعبہ ہائے زندگی کو مرتب ومنظم کر دیا ہے۔ خدا کا قانون شریعت (قرآن واحادیث) انسانی زندگی کا مکمل قانون ہے جو تمام ضروریات انسانی پر مشتمل ہے اور وہی اس کا مذہب ہے۔

(۶) خداوند کریم نے انسانی خلقت کے وقت تسویہ

نفس کے بعد پرہیزگاری و بدکاری کے جملہ علوم سے باخبر کر دیا تھا "و نفس و ماسوٰھا فالھمھا فجورھا و تقوٰھا" نفس کا تسویہ بجز علوم کس چیز سے ہوا؟ بجز ان علوم کے جو لوازم و ما یحتاج زندگی کے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں جن علوم سے بحث کی جائے جو شجرۂ بالا میں ہیں یا اس سے چھوٹ گئے ہیں اگر وہ انسان کے واسطے ضروری ہیں تو بیشک خلقت انسانی کے وقت وہ سب فطرت انسانی میں رکھ دئے گئے، اچھے اور برے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے بالقوئے وہ علوم خلقت کے بعد فعلیت میں آ کر علیحدہ علیحدہ شعبہ زندگی بنے اور آج تک جو حکما نے علوم بنائے، ان کو اختراع یا ایجاد کہنا صرف ان معنوں میں صحیح ہے کہ ان کے منتشر و پراگندہ اعمال و افعال و اقوال کی تدوین و تالیف ان حکمانے کی، والا وہ سب بذریعۂ الہام قوت سے فعلیت میں آئے۔ اگر وہ الہامی نہ ہوتے تو انسانی عقل وفہم وفراست وذہانت سے خارج ہوتے اور ان علوم کا کبھی تصور نہ ہوسکتا، اس لئے کہ جن چیزوں کا جبلت وفطرت انسانی میں وجود نہ ہو وہ اس میں کہاں سے سماتے اور کیونکر اس سے نکل سکتے؟ ہم نے اس کی توضیح اپنے رسالے "المذہب" میں کی کہ علوم ادلیہ انسانی فطرت میں موجود ہیں اور "کینٹ" بھی اس کا قائل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض علوم اس کو پرہیزگاری سے حاصل ہوئے یعنی مطابق فلسفۂ الٰہی اور بعض شیطانی اور غلط ہوتے ہیں۔ پس یہ کہنا تو صحیح ہے کہ اسلام کو علوم باطلہ شیطانی سے بصورت منفی تعلق ہے جس میں سیاست شیطانی بھی داخل ہے اور علوم حقہ وسیاست الٰہیہ کا بصورت اثبات تعلق ہے۔

(۷) جس وقت انسانی خلقت ہوئی اس کے مایحتاج اور ضروریات زندگی اس کے وجود سے پہلے پیدا کئے گئے تاکہ انسان دنیا میں پھلے پھولے۔ ہرچند کہ وہ انسانی علم میں تدریجاً بے ترتیبی و بے تنظیمی سے آئے اور شعور کامل اور ارتقائی منازل علم ومعلومات کے بتدریج طے ہوئے جیسا کہ آج تک یہ ارتقائی سلسلہ ختم نہیں ہوا اور آئندہ بھی تدریجاً ہوگا۔ لیکن ماننا ہوگا کہ خارج میں وہ سب مکمل موجود تھے جیسے زمین سکونت کے لئے، آفتاب روشنی وحرارت کے لئے حبوب و اثمار بقولات غذا کے لئے، پانی رفع تشنگی کے لئے۔ اگر پہلے سے یہ چیزیں موجود نہ ہوتیں تو قادر مطلق کو انسان کو پیدا کر دینا غلط اور بے وجہ ہوتا۔ اسی طرح انسان کی قوت متصرفہ مادیات میں پہلے سے موجود تھی اگرچہ محدود ضروریات کی وجہ سے کمزور وغیر مرتقی حالت میں ہو۔ لہٰذا وہ قومیں کائنات کی جو بشکل علوم انسانوں نے مدون کیں، دست قدرت نے انسان کے واسطے پہلے سے موجود کر دیں تھیں۔ اگر خارج میں ان کا وجود نہ ہوتا تو کہاں سے آتے؟ کیا انسان کسی ذرے کا بھی خالق ہوا! استغفر اللہ، موجودات کا مشاہدہ اور ان کی قوتوں خواص و آثار کا تجربہ ایجاد و اختراع کا باعث ہوا۔ الہامی کتابیں اور انبیا ومرسلین غافل انسانوں کو ہوشیار کرنے کے واسطے آئے اور ان کو تمام علوم کائنات سے ماہر بنا کر بھیجا گیا۔

کہہ سکتے ہو کہ علوم مادیہ و روحانیہ جبکہ فطرت انسانی میں موجود تھے تو کیا وجہ تھی کہ "ہربرٹ سپنسر، نیوٹن، ارسطو و فیثاغورث" کی تحقیقات انہیں سے مخصوص ہوئی ہے۔ ہر قارہ کا رہنے والا ان علوم سے کیوں بے خبر رہا اور سائنس کے کلیہ روزانہ بگڑتے اور بنتے کیوں ہیں؟ ہر نظریہ سائنس کا صحیح ہوتا۔ اسلام نے اس شبہ کو دور کر دیا ہے۔ "**قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا**" رستگاری اور کامیابی تو صرف انہیں لوگوں کو ہوسکتی ہے جنھوں نے تزکیۂ نفس کیا اور ناکام و نامراد وہ لوگ ہیں جو تزکیہ نفس نہ کرسکیں۔ خالق کے یہاں ہر ایک کا حصہ برابر تھا۔ کسی نے علوم حقہ الٰہیہ صحیح تزکیۂ نفس کر کے حاصل کیا، کسی نے علوم باطلہ شیطانی کو حاصل کیا، کچھ لوگ نفس کے دھوکے میں دونوں سے محروم رہے پھر تزکیہ بحسب درجات ہونے کی وجہ سے درجات میں تفاوت کا باعث ہے۔

(۸) انسانی پیدائش کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جس وقت خلیفہ (حضرت آدم) پیدا ہوئے جن کو تمام اسما و مسمیات کا علم خدا کی طرف سے کرا دیا گیا تھا: "**و علم آدم الاسماء کلھا**" سوال یہ ہے کہ اسما بغیر مسمیات بتائے گئے

تھے۔روٹی، بوٹی،سیب،انار، چقندر،گھوڑا، پانی،آگ وغیرہ،نہ ان اشیا کی شناخت کرائی گئی، نہ صنعتی تعلیم دی اور اگر ایسا ہوتا تو بے نتیجہ وعبث تھا جب تک اس کا مصروف ساخت وصنعت نہ بتائی جاے اور اشیاء کے خواص وآثار نہ بتائے جائیں۔ پیدا شدہ بچہ چھاتی منہ میں تو لینا جانتا ہے مگر دبانا پستان کا نہ جانتا ہوتو بے نتیجہ تھا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلفاء اللہ جملہ علوم وفنون کے ماہر ہوتے ہیں۔معجزہ اسی کی ایک شاخ ہے۔وہ تمام میکانکی علوم کے ماہر تھے۔ لیکن مخلوق کواس وقت اس کی ضرورت نہ تھی۔نہ کسی نے پوچھا۔نہ انہوں نے بتایا۔سب سے پہلا کام انسان سدھارتھا۔اسی میں وہ قتل وقید ہوتے رہے۔غرض کہ یہی مذہبی پیشوااوران کےعلوم الہامی اور خدائی تھے۔اس لئے سب جزو دین و مذہب تھے اور ان کا مجموعہ کتاب مذہب ہوتا ہے۔قبل خلقت انسانی خلافت الٰہیہ کا قائم کردینا ہے اقتدار اعلیٰ کا پہلے سے قائم کردینا جوسیاست مملکت وحکومت کا پہلاعنصر ہے۔جس وقت سے انسانی خلقت کی کثرت ہوئی اسی وقت سے تدریجاً علوم الٰہیہ کا تعلق انسان سے پیدا ہوتا گیا۔نفسیات، اخلاقیات، سیاسیات،معاشیات،معاشرات،لسانیات سب ہی سے سابقہ پڑا اور جوں جوں انسانی ارتقا ہوا،شریعتیں بھی تحت مصالح متغیر ہوتی رہیں، یعنی نصاب وکورس تعلیم کا بھی بدلتا گیا، ہرچند کہ وہ علوم مرتب ومنظم ومدون نہ ہوئے ہوں اور بعد کے تجربوں نے ان کو علیحدہ علیحدہ شکل مرتب کرکے پیش کیا۔ بہرحال اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ مذہب سے سیاست جدانہیں ہے بلکہ جملہ علوم جز و مذہب ہیں اور مذہب کا لزوم محض انسان کی تنظیم اور ارتقا کی غرض سے ہوا ہے۔مذہب نہ ہوتا تو انسان کا جسمانی وروحانی نشوو ارتقا ناممکن ہوتا اس لئے کہ جملہ علوم جو بقا اور نشوو ارتقا انسان کے لئے لازم ہے، انہیں مذہب نے بتایا۔ اسی کے ثبوت میں ہم نے 'فلسفۃ الاسلام' کی تصنیف شروع کی تھی۔

(۹)دنیا کیمذاہب جو الہامی ہونے کے مدعی ہیں وہ نہیں بتاسکتے کہ ان کی زندگی کے ہر شعبے میں تعلیم بجزانبیاواولیا،رشی، منی، کے ہاتھوں ہوئی یاحکماوفلاسفہ یا تخت وتاج کی طرف سے ہوئی۔ویدوشاستر،ببیل (بائبل)وقرآن گواہ ہیں۔مسلمان بتادیں انہوں نے منبروں،مسجدوں مندروں سےقوانین زندگی حاصل کئے یاحکماوفلاسفہ کی چوکھٹوں،تخت وتاج کی جبہہ سائی سے۔

سلطنت کی بنیادتو یہودیوں نے ڈالی۔سموئیل نبی کو مجبور کرکے بادشاہت قائم کراکے اوراس کا بدترین خمیازہ بھگتا۔ بالآخر نبیؑ خدا حضرت داؤد نے ساؤل کا خاتمہ کیا۔اسی یہودیت پرستی نے اسلام میں بھی سلطنت قائم کرائی جس کا آج خمیازہ مسلمان بھگت رہے ہیں اور اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور جاپڑے ہیں۔

افسوس ہے ہم کوقرآن مجیدواحادیث نے انبیا وائمہ ہدیٰ پر فخر تھا کہ یہ جامع علوم تھے لیکن ان علوم کو اپنی جہالت چھپانے کے لئے غیر شرعی اور غیر مذہبی بنانے پر تلے ہوئے ہیں ۔حضرت داؤدؑ، جناب سلیمانؑ، جناب یوسفؑ کیا بغیر آئین جہانداری اورقوانین سیاست جانے ہوئے سلطنت کرتے رہے۔ حضرت داؤدلوہاری کے ماہر،حضرت سلیمان فضائی سیاحت کے ماہر،علم منطق الطیر کے عالم،حضرت ادریس فن خیاطی کے استاد، حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ فن گلہ بانی کے ماہر،حضرت نوح فن نجاری کے ماہر،فن ملاحی کے استاد، حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ و ہمارے نبیؐ فن تعمیر کے واقف کار تھے۔ جو چند علوم دنیاوی قرآن مجید سے ہم نے انبیا کے گنوائے کیا ان کوعمرانیات اسلامی سے بےتعلق کہا جاسکتا ہے؟ اسلام تو وہی ہے جوقرآن و احادیث میں موجود ہے ان پر ایمان نہ لانا،عمل نہ کرنا،اگر وہ علوم دینیہ نہ کہے جاویں تو نعوذ باللہ قرآن وحدیث مجموعۂ خرافات ہوگا۔ ہم قرآن مجید کہاں تک چھان بین کر کے ثبوت پیش کریں۔ہم اسلام کی ایک عبادت نماز کو پیش کرکے اجمالاً بیان کرتے ہیں کہ دو رکعت نماز میں کتنے علوم موجود ہیں اور کتنے علوم کی رعایت کرنا پڑتی ہے جس سے یہ عبادت مکمل اور قابل قبول جناب احدیت ہوتی ہے۔

علوم نماز

(۱) سب سے پہلے وقت کی شناخت جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہے، وہ موقوف ہے علم ہیئت پر۔ پھر وقت کی پابندی وعزت کرنا ہے انسان کو مستعد بنانا ہے، جماعت و افراد کو سستی و کاہلی سے بچانا معاشرتی اصلاح ہے۔

قبلہ کی شناخت جو علم جغرافیہ وعلم فلکی پر موقوف ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ کا آدمی کعبہ کی کس سمت میں ہے، زوال آفتاب کو پہچان کر یہ دیکھنا کہ آفتاب کو کس سمت میں لیں جو کعبہ کی سمت حاصل ہو، شب کو قطبین کس سمت میں ہوں، نیز مرکز توجہ قائم کرنا۔ خیالات کی یکسوئی ضبط ڈسپلن ہے۔

(۳) طہارت جس میں معاشیات واقتصادیات کا لحاظ مقدم ہے، جن مقامات پر پانی میسر نہیں ہے یا کم ہے وہاں حفظ نفس مقدم ہے، حتیٰ کہ حیوان کے پیاسے نہ رہنے کا بھی خیال لازم ہوگا اور بجائے غسل وضو یا تیمم کرنا ہوگا۔ اسی طرح سے پانی مضر ہے تو حفظان صحت کا خیال واجب ہے۔ غسل یا وضو میں طہارت و پاکیزگی وصفائی اور حفظان صحت ہے۔

(۴) آب خالص سے وضو یا غسل ہوتا ہے۔ ملاوٹ جائز نہیں تاکہ امیر وغریب برابر رہیں معاشرتی اصلاح ہو، نفسیاتی تزکیہ ہو، عبادت میں خلوص ہو، اسراف سے بچیں، معاشرت و معاشیت میں یک رنگی ہو۔

(۵) پانی اور زمین اور لباس غصبی نہ ہو، انتہائی معاشرت واخلاق کی نگہداشت ہے۔ غیر کے مال پر تصرف سے روکا ہے۔ اپنے اور پرائے کا امتیاز کرا کے حیوانیت دور کی ہے، کشمکش حیات سے بچاتا ہے۔ حفظان صحت کا پرزور آلہ ہے غصبی لباس میں امراض ساریہ کے جراثیم کا بھی امکان ہے، مال غیر میں شناخت ممکن نہیں، مال غیر میں خیانت ظلم وتعدی و بداخلاقی کی روک ہے، معاشرتی اصلاح ہے، اخلاق فاضلہ کا مظاہرہ ہے۔ تزکیہ نفس و تہذیب نفس ہے۔

(۶) مرد کے لئے حریر محض و طلاباف نماز کو باطل کرتا ہے، اقتصادی زندگی و معیشی ہمرنگی امیر وفقیر میں قائم کرنا ہے اور اجتماعی زندگی کو ایک قالب میں ڈھالتا ہے۔ فخر وتعلیٰ وتکبر ونخوت و حسد کے امراض اخلاقی سے بچاتا ہے۔

(۷) اذان بغیر مکانیکی آلات کے اشتراک عمل کی دعوت اور مادی چیزوں سے بے نیاز ہو کر تبلیغ عقائد ہے۔

ک (۸) اقامت حاضرین کو فوری تنظیم وصف بندی اور اقتدار اعلیٰ (امام جماعت) کی پیروی واطاعت پر آمادہ کر دینا ہے۔

(۹) نیت نماز سبق ہے۔ انسان اپنے کسی کام کو بغیر قصد وارادہ نفع ونقصان کو بغیر سمجھے بوجھے کر کے نقصان نہ اٹھاوے۔

(۱۰) قیام وقعود ورکوع وسجود کثیر الصلوٰۃ کے لئے ورزش کا بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔

(۱۱) نماز کا خضوع وخشوع عبد ومعبود کا تعلق قائم کرنا افکار واعمال دنیاوی سے چند لمحہ خود کو جدا رکھ کر اپنی کمزوریوں کا جائزہ لے کر ازالہ کرنا اور ماسوائے اللہ سے دوری اختیار کر کے تزکیہ نفس کرنا ہے۔

(۱۲) تلاوت سورہ ہائے قرآنی عربی زبان میں علوم اسلامی اور قانون زبان کا تحفظ ہے۔ اس کے ترجموں کا سمجھنا اور مطالب پر غور کرنا علوم قرآنی کی تحصیل اور ارتقائی قانون کی پابندی کی تعلیم ہے اور لسانیاتی قواعد کا اکتساب ہے۔ قرآن کا کوئی سورہ پڑھو، اس سے اسلامی عقائد ونصائح خود بھی حاصل کرتے اور دوسروں کو بھی تعلیم ہے۔ اچھا خاصہ درس خارج ہے اور اپنی زندگی کے ہر شعبہ کی قانونی اصولوں پر دن میں پانچ مرتبہ قانونی کتاب پڑھ کر جائزہ ومحاسبہ ہے۔

(۱۴) تعمیر مساجد فن تعمیرات میں مہارت پیدا کرنا اور اچھی خاصی انجینئری کی سرپرستی ہے اسلامی یادگاریں قائم کرنا اور آثار قدیمہ کی حفاظت ہے، ملکی تحفظ کے لئے مورچہ بندی، محلہ کی مسجدیں ابتدائی اسکول ہیں، دار الشورے ہیں، قومی کلب ہیں اور مسجد جامع یونیورسٹی کانفرنس کا پنڈال ہے حکومت ضلع کا گورمنٹ ہاؤس ہے، ملکی ومذہبی وسیاسی عدالت ہے۔

(۱۵) نماز کا بجماعت ادا کرنا فوج اسلامی کی تنظیم ہے، ترتیب

صفوف سے غیر اقوام پر اپنی اجتماعی زندگی کی اثر اندازی ہی قومی مظاہرہ ہے، اخوت و برادری ومساوات کا قائم کرنا ہے، نظم ونسق عامہ ہے، دستوری قانون ہے، غیر اقوام کے اجتماعات سے مقابلتی سیاست ہے، سماج میں تقسیم مدارج کی روک ہے، امیر و غریب اسلام میں برابر ہے، مختلف اقوام جو اسلام میں داخل ہوں ان کے رسم ورواج وذہنیت وجذبات ملکی وقومی سے اطلاع حاصل کر کے مقابلتی سیاست ہے اوران کے لب ولہجہ کا اختلاف مقابلتی لسانیات سے خبر دار ہونا اور اسلام کے معیاری اخلاق و تہذیب کی تعلیم ہے۔ساتھ ہی اپنی معاشرتی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کرنا ہے اوراپنے سردار ومقتدی کی اطاعت اوراسی کے حکم پر اٹھنے بیٹھنے کی عادت ڈالنا ہے اور اپنے کمانڈر کی آواز پر تمام سپاہی جمع ہو کر ایک جتھا اور ایک ٹیم بن جاتے ہیں اور باہم میل جول بڑھ کر سب سمجھنے لگتے ہیں کہ سب ایک قوم ہیں۔

(۱۶) جماعت کا امام ومقتدیٰ اقتدار اعلیٰ ہے جو خود ماہر علوم عمرانی جماعتی ونفسیاتی ومذہبی ہو اور خود پیکر اخلاق وتہذیب ہو، اس میں صلاحیت ہو مقتدی و ماموین کی تعلیم ہو، تنظیم وڈسپلن قائم رکھنے کی دستور قانون کا پابند بنا دے اور بہترین قائد وزعیم کا کام دے کر ریاست اسلامی کو ترقی دے۔ ان چھوٹی مسجدوں میں امام ومقتدی کا ماموین سے اس طرح سے تعلق قائم کیا ہے کہ جب ان مسجدوں سے باہر سب سے بڑی مسجد یعنی زمین پر آؤ تو اس وقت ان کے امام کی کیا حیثیت ہونا چاہئے اور چھوٹے امام جماعت کی بنسبت وہ مقتدائے اسلام و اولی الامر کیسا ہونا چاہئے۔ بیشک وہ نظم ونسق امت اسلامیہ کا افضل ترین ماہر اور علوم و اسرار الٰہیہ کا سب سے بڑا ماہر ہو جس کو چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو دن میں پانچ مرتبہ مشق کرانے اور بڑی ملکی سلطنت چلانے کا خدائی اصولوں پر سب سے زاید ماہر ہو۔ شیطانی جمہوریت یعنی اکثریت پر قائم کیا ہوا پارلیمانی نظام حکومت کا امام جماعت میں خاتمہ وانسداد ہے جس ڈیموکریسی کی یونان میں ایجاد ہوئی تھی، خود یونان نے اس کا خیر مقدم نہ کیا۔ ارسطو نے بھی اس کی مذمت کی جاہل وغیر فلسفی کو عالم وفلسفی کے ساتھ شریک حکومت کرنا اور پارلیمانی نظام میں برابر کا ممبر بنانا جب مختصر سی نماز جماعت میں عقل وشعور واسلامی تعلیم میں وجود نہیں ہے تو اقتدار اعلیٰ ملکی میں ایسی ڈیموکریسی کی عقلاً و مذہباً کب گنجائش ہے۔ جو متقی ہے وہی لائق عزت وسرداری و اقتدار اعلیٰ قوم کا ہے۔ جمہوریت غیر مسلمین کا آوردہ تخیل ہے جس کو بدنصیبی سے اسلام میں ٹھونسا جارہا ہے۔ نظریہ اعدادی اور اکثریت کا لحاظ خود نماز جماعت کی امامت میں نہیں کیا گیا، پھر ملکی اقتدار اعلیٰ کے سر کیوں منڈھا جاوے۔ اگر اسلام کے نظریئے کو نہیں مانتے تو ہندوؤں کے نظریہ اکثریت کے ماننے میں عذر کرتے ہوں تو تاریخ عالم دیکھو اکثریتوں نے اقلیتوں کو کب آزادی کی سانس لینے دی۔ اسلام تو ہمیشہ اقلیت میں رہنے والا ہے، وہ کب ایسے اصول کی حمایت کرسکتا ہے جو اس کی آزادی کی راہ میں گہری گھاٹی ہو۔ وہ جمہوریت و اکثریت مٹانے آیا تھا۔ رسول کی سیرت ان کے احکام وتعلیم میں ایک موقع بھی جمہوریت و اکثریت کی تائید میں نہ پاؤ گے۔ قرآن نے بیشک رسولؐ کو خاص موقع پر شوریٰ کا حکم دیا ہے محض اس غرض سے تاکہ شوریٰ کی غلطی واضح ہو اور رسولؐ کا عمل برخلاف شوریٰ ہو کر ہمیشہ شوریٰ کا دروازہ رسولؐ کے واسطے بند کردے۔ دیکھو کتب تفاسیر، غرض کہ مذہب زندگی کا طریقہ سکھاتا تھا۔ وہ تخت وتاج یا جمہوریت سے انسانی زندگی کے فتوے نہ لیتا تھا۔ وید وشاستر دیکھو۔ رشی منی راجاؤں اور حکومتوں کے مقنن تھے۔ ہندومت میں بھی جمہوریت وید شاستر میں نہ تھی۔ اسلام میں تو اس کا کسی نبی کے وقت میں وجود نہ تھا۔ یہی انبیا ومرسلین حکومتوں کے سامنے الٰہی قانون پیش کرنے پر قتل ہوتے رہے اور خود کو مملکت کا مقنن سمجھتے رہے۔ خاتم النبیین نے خود کو قومی ڈکٹیٹر کی طرح پیش کیا اور قرآن نے صرف انہیں کی اطاعت کا حکم دیا: ''اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء'' مسلمان خدا کے علی الرغم ممبران پارلیمان اور جمہور کو اولیا بنا کر انسان پرستی پر تلے

ہیں، جس سے امت مرحومہ نے تہتر فرقے اپنی اپنی ٹولی بنا کر اسلام میں قائم کر لئے۔ نماز جماعت کے ایک مقتدا کو بدون الیکشن نماز پڑھ لیتے ہو، یہ خود صاف دلیل جمہوریت شکنی کی ہے۔

بہر حال حافظ ہوا، حافظ ریل، حافظ شیخ نتھو اور میاں بفاتی کو نماز جماعت کا اقتدار اعلیٰ سپرد کر دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ روح نماز فنا ہو گئی اور برکات نماز سے آج ہم محروم ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نماز کو نماز کی طرح پڑھو تو اسی میں سب کچھ ہے۔ نفسیات، اخلاقیات، سیاسیات معاشیات، مذہب لسانیات، علم قانون، نظم و نسق عامہ دستوری قانون، مقابلتی سیاسیات وغیرہ وغیرہ۔ اسی سے حدیث نے نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے اور معراج مومن کہا ہے، یعنی نماز کو سمجھ کر ادا کرنا انسان کے منازل ارتقائی انسایت وتمدن وسیاسیات وعمرانیات کے طے کر سکتا ہے۔ نہ ایسی نماز جس کو جناب امیرؑ نے "نقر کنقر الغراب" فرمایا ہے یعنی کوے سے ٹھونگے لگا کر ارکان نماز کو بے سمجھے بوجھے ادا کر کے فرصت پانا نماز نہیں ہے۔

درصورتیکہ من جملہ عبادات صرف نماز میں اتنے علوم موجود ہیں تو یہ کہنا کہ اسلام کو سیاسیات سے تعلق نہیں ہے جہل مرکب ہے۔ اب ہم اسلام کا ایک ایسا سیاسی مسلک بتا رہے ہیں جس کی پابندی سے تمام سیاسی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ قرآن مجید بتاتا ہے: "یاایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (ممتحنة)" ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمنوں کو اپنا والی نہ بناؤ۔ پھر دشمن کی تعریف بتائی جاتی ہے: "قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراھیم والذین معه اذ قالوا لقومھم انابرؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ وکفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدا حتیٰ تومنوا باللہ (ممتحنة)" مومنوں تم کو ابراہیم خلیل اور ان کے ہم خیال ساتھیوں کی پیروی چاہئے۔ انھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے علیحدگی وبیزاری چاہتے ہیں اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو ہم تم سے منکر ہو گئے اور ہمارے تمہارے اسی وقت سے عداوت وبغض ہو گیا، ہمیشہ کے لئے، یہاں تک کہ تم خدا پر ایمان لاؤ۔ یہ بھی بتایا ہے کہ خدا کے سوا عبادت دوسروں کی کرنے والے کون لوگ اور ایمان لانے والوں کو کن لوگوں سے عدم تعاون و برأت و عداوت چاہئے۔ "من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون" خدائی احکام کے خلاف حکم کرنے والے کافر ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عدو خدا اور عدو مومنین وہ لوگ ہیں جو احکام خدا کے خلاف حکم دیں اور قوانین الٰہی کے خلاف قانون جاری کریں اور اس کے پرستار و مویدین خدا کے غیر کے بندے اور پجاری قرار پاویں گے لہٰذا ان کو اپنا ولی حاکم نہ بنانا چاہئے۔ ترک تعاون وترک موالات ان سے مثل حضرت خلیل لازم ہے۔

اب دیکھو، مسلمان اگر سچے دل سے اقتدار اعلیٰ کی جانچ پڑتال اسی اصول پر کرتے اور ایسے نام کے مسلمانوں سے بھی عداوت بغض اور عدم تعاون کرتے رہتے جو احکام الٰہی کے خلاف احکام جاری کرتا رہتا ہے تو اولاً غیر مذاہب کو ٹھنڈے دلوں ہماری اصولی مخالفت پر غور کرنے کا موقع ملتا اور ہمارے خلوص وخدا پرستی پر سکون سے غور کرتے، جب میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھوان کو نظر آتا ہے تو وہ بھی مقابلے پر تیار رہتے ہیں اور مذہبی جنگ کا وہی محاذ بن جاتا ہے۔ دوسرے اگر متحدہ طور پر جملہ مسلمان قرآنی احکام پر سختی سے عمل کرتے تو کم از کم اسلام میں ایسا اقتدار اعلیٰ عدم تعاون مسلمین کی وجہ سے قائم ہی نہ ہو سکتا تھا۔ نہ مسلمانوں نے اصول قرانی پر صحیح طور پر عمل کیا، نہ ان کو حقیقی خلافت الٰہیہ میسر ہوئی۔ دیکھو تو تاریخ سلاطین اسلام۔ غلط شاہ پسندی کو قرآنی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہی اسلامی معیاری سیاست ہے۔ اب مسلم وغیر مسلم سلاطین سے تعاون صرف نیکی و تقویٰ کے امور میں ہونا چاہئے اور اثم وعدوان میں ہر دو بائکاٹ چاہئے۔ "تعاونو علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" حقیقی اسلامی سیاست یہی ہے اور تمام سیاسیات اسی نظریہ کے ماتحت ہیں۔ واللہ الھادی

(سید احمد بقلمہ ۲۵ رمئی ۱۹۴۳ء)